# حلال اور حرام

اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ اس کے پیارے بندے پاکیزہ اور حلال چیزیں کھائیں۔حلال اور حرام کے ذریعے اللہ تعالیٰ آزماتے ہیں کہ کون آزمائش پر پورا اترتا ہے۔آزمائش پر پورا اترنے والے کو اللہ تعالیٰ انعام سے نوازتے ہیں۔صرف سور کا گوشت اور شراب ہی حرام نہیں بلکہ ناجائز ذریعے سے کمائی گئی آمدنی بھی حرام ہے۔بعض لوگ صرف یہ سمجھتے ہیں کہ سور کا گوشت کھانا ہی حرام ہے یا شراب کو حرام قرار دیا گیا ہے،ان کو اس پر غور کرنا چاہیے کہ ڈکیتی،چوری،کرپشن کے ذریعے کمائی گئی دولت بھی حرام میں شمار ہوتی ہے۔رشوت کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے اور ایک حدیث میں رشوت دینے اور لینے والے دونوں کو جہنم کی نوید سنائی گئی ہے۔آج کل حرام انتہا بڑھ گیا ہے کہ محسوس ہی نہیں ہوتا کہ جرم کیا جارہا ہے۔اسلام میں سختی سے حرام سے روکا گیا ہے۔ظلم کے ذریعے حاصل کی گئی چیز بھی حرام کے زمرے میں آتی ہے۔کسی کی جائیداد یا پراپرٹی پر ناجائز قبضہ بھی حرام ہے۔جھوٹ بول کر یا دھوکہ دے کر اگر کوئی رقم یا فائدہ اٹھالیا جائے تو یہ بھی حرام کے دائرے میں آتا ہے۔سود واضح حرام ہے اور قرآن میں اللہ اور رسول کے خلاف اس کو جنگ کہا گیا ہے۔قرآن حکیم میں آتا ہے" اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور جو کچھ تمہارا سود لوگوں پر رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو۔اگر واقعی تم ایمان لائے ہو لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے۔اب بھی توبہ کرلو،اپنا اصل سرمایہ لینے کے تم حقدار ہو۔نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔(البقرہ۔ 279)سود کو حرام کہا گیا ہے اور اس کو اللہ اور رسول کے خلاف جنگ کہا گیا ہے،لیکن سود کو معیشت کا ایک اہم جزو تصور کرلیا گیا ہے۔اس وقت دنیا کی ساری معیشت سود کے اردگرد گھوم رہی ہے۔سود کے علاوہ ناجائز ذریعے سے حاصل کیا گیا سرمایہ بھی حرام ہے۔ایسا وقت آچکا ہے کہ حرام اور حلال کی تمیز ختم ہونے سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوگیا ہے۔معاشرہ میں انتہا پسندی پھیل رہی ہے اور جینا مشکل ہوگیا ہے۔حرام کی کمائی ہمیشہ وبال جان بنتی ہے۔

اللہ نواز خان

حرام اور حلال کے بارے میں عجیب طرح کے جواز گھڑ لیے گئے ہیں۔جوا کھیلنا اسلام میں منع ہے،لیکن دھڑلے سے کھیلا جاتا ہے اور جوئے کی آمدنی پر فخر بھی محسوس کیا جاتا ہے۔چوری اور ڈکیتی کو بھی اچھا سمجھ لیا گیا ہے۔یہاں تک بات آپہنچی ہے کہ سیاستدان اور حکمرانوں نے کرپشن کو فرض سمجھ لیا ہے۔حرام اور حلال کے فرق کو سمجھنا ہوگا۔اسلامی تعلیمات واضح بتاتی ہیں کہ حرام سے ہر حال میں اجتناب برتا جائے۔دوسرے کا مال ناجائز طور پر کھانا بھی حرام ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے کہ دوسروں کے مال کو ناجائز طور پر کھایا جائے۔قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں" آپس میں ایک دوسرے کے مالوں کو باطل طریقہ سے نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس اس غرض سے رجوع کر کے گناہ کے طور پر لوگوں کے مال کا ایک حصہ کھا جاؤ۔جب کہ تم کو معلوم بھی ہے(بقرہ۔ 188)کافی جانوروں کا گوشت حلال کر دیا گیا ہے اور کئی جانوروں کا گوشت حرام،یہ اس لیے کیا گیا ہے کہ انسان کو پاک کیا جائے۔اللہ تعالیٰ کا نام جن جانوروں پر ذبح کرتے وقت نہ پڑھا جائے،ان کا گوشت بھی حرام ہے۔حرام کی کئی قسمیں ہیں اور ان سے بچنا چاہیے۔اگر کہیں ایسی ملازمت ملی ہوئی ہے،جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو رہی ہو تو ایسی ملازمت سے بھی انکار کر دینا چاہیے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ایک اور جگہ پر ارشاد فرمایا ہے" اے رسولوں!پاکیزہ رزق کھاؤ اور اچھے اعمال کرو یقینا میں تمہارے اعمال سے باخبر ہوں۔مومنوں اللہ نے تم کو جو چیزیں دی ہیں ان میں سے حلال اور پاک چیزیں کھاؤ اور اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو"(سورۃ مائدہ۔188)جس طرح پاک آمدنی کا خیال رکھنا ضروری ہے اسی طرح پاک جانوروں کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے،یعنی ایسے جانوروں کہ گوشت کو کھایا جائے جو حلال ہیں۔حلال نہ کھانے والوں کو آخرت میں بھی عذاب ملے گا اور اس دنیا میں بھی ان کو کئی قسم کی پریشانیوں اور مسائل کا سامنا رہتا ہے۔حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے" حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ جو جسم حرام سے پرورش پا رہا ہو وہ جنت میں نہیں جا سکے گا۔اس جسم کے لیے دوزخ زیادہ لائق ہے"(مسند احمد۔ 1448)اسلامی تعلیمات کے مطابق حلال اور حرام کے بارے میں جاننا بھی ضروری ہے اور اس پر عمل کرنا بھی از حد ضروری ہے۔جن معاشروں میں حلال اور حرام میں تمیز ختم ہو جائے تو وہ انتشار کا شکار ہو جاتے ہیں۔

بغیر محنت سے کمائی گئی آمدنی بھی اسلام میں ممنوع ہے۔بھیک سے بھی اس لیے منع کیا گیا ہے کہ یہ بغیر محنت سے یہ حاصل ہوتی ہے،حالانکہ بھیک بظاہر صدقہ وخیرات ہی ہوتا ہے لیکن بھیک کو بھی ناپسندیدہ فعل کہا گیا ہے۔

بھیک صرف اس صورت میں مانگی جاسکتی ہے،جب انسان مجبوری کا شکار ہو جائے۔اسلام بھیک پر ہاتھ سے کمائی گئی روزی کو ترجیح دیتا ہے۔

زکوۃ فرض ہے اور اس کی ادائیگی مسلمان کے لیے لازمی ہے۔زکوۃ صاحب حیثیت پر فرض ہے اور مجبور،غریب اور مساکین کو دی جانی چاہیے۔

صدقہ وخیرات بھی غربا کو دیا جائے تاکہ ان کی عزت نفس مجروح ہونے سے محفوظ رہے۔زکوۃ اور صدقہ وخیرات کرنے سے معاشرے میں انتشار کم ہو جاتا ہے۔انسان سے غربت اور مجبوری کئی قسم کے جرائم کرواڈالتی ہے۔

اگر ایک انسان کی جائز ضروریات پوری ہو رہی ہوں تو وہ ڈکیتی،چوری یا کرپشن کی طرف کم راغب ہوگا۔بہرحال اس بات کا بھی امکان موجود ہے کہ زیادہ حرص اور لالچ بھی انسان کو ڈکیتی اور اس جیسے دیگر جرائم کی طرف راغب کر دیتی ہے۔

زیادہ مال کے حصول کی لالچ بھی انسان کی گمراہی کا سبب بن جاتی ہے۔بہرحال میں کوشش کرنی چاہیے کہ حرام کام اور حرام چیزوں سے بچا جائے۔

## جلسوں میں بگاڑ،پیشے ور خطیب ونقیب اور نعت خواں ذمہ دار!!!

محترم قارئین کرام:کرنی کرے تو کیوں کرے اور کرکے کیوں پچھتائے،،بوئے پیڑ ببول کا تو آم کہاں سے کھائے،،تم جو نیکی آج کرو گے اس کا صلہ کل پاؤ گے جیسا پیڑ لگاؤ گے ویسا ہی پھل پاؤ گے،،اندازہ لگ گیا ہوگا کہ کس موضوع پر بات ہونے والی ہے،، آجکل سوشل میڈیا پر خوب ویڈیو وائرل ہو رہی ہے اشتہار پر لکھ دیا جاتا ہے کہ جلسہ یا جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اسٹیج پر جو نظارہ ہوتا ہے اس سے میلاد النبی وسیرۃ النبی کا دور دور سے واسطہ نہیں ہوتا کسی کسی جلسے میں نقیب صاحب اتنا وقت ضائع کر دیتے ہیں کہ ان کی پوری نقابت پر اور علماء کرام کی تقاریر کے اوقات پر غور کیا جائے تو نقیب صاحب ایک مقرر کی تقریر کا وقت خود استعمال کر جاتے ہیں نعرہ لگوا کر،سبحان اللہ کہوا کر،لطیفہ سنا کر،پیروں بزرگوں کا واسطہ دے کر اور سامنے بیٹھی عوام کو کیا کہا جائے سامعین یا شائقین یا تماشگین اس بات کا خود اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور نہیں تو تعریف کی جاتی ہے کہ ناظم اجلاس بڑے ہی حاضر جواب ہیں بڑی شاندار نظامت کرتے ہیں،،بالکل اسی طرح جیسے شادی کارڈ پر نکاح مسنون چھاپ کر بے شمار کام سنت کے خلاف کیا جاتا ہے دو دو چار چار سو آدمیوں کی بارات لیکر لڑکی باپ کے دروازے پر پہنچا جاتا ہے،کھانا کھایا جاتا ہے،ناچ گانے بھی ہوتے ہیں،آتش بازیاں بھی ہوتی ہیں،جہیز کا مطالبہ بھی ہوتا ہے،لڑکی کے باپ کو قرض کے بوجھ تلے دبا دیا جاتا ہے،،اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا واقعی ہم اسی کو نکاح مسنون سمجھتے اور مانتے ہیں نکاح میں سوائے خطبہ کے دوسرا کوئی کام تو سنت کے مطابق نظر نہیں آتا اور اب تو حالات اتنے خراب ہو چکے ہیں کہ جس اسٹیج سے شادی بیاہ کو آسان بنانے کا مشورہ و پیغام دیا جاتا تھا وہ اسٹیج بھی کافی مہنگے ہو چکے ہیں،وہ جلسے بھی انتہائی خرچیلے ہو چکے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکل کر سامنے آیا کہ بہت سے علاقوں میں ائمہ مساجد نے خود کشی تک کر ڈالی،،دوسری جانب کئی کئی بہنوں اور بیٹیوں نے ایک ساتھ خود کشی کرلی پھانسی کے پھندے سے جھول گئیں اتنا ہی نہیں ارتداد کی لائن لگی ہوئی ہے شادی بیاہ نکاح کو آسان بنانے کا مشورہ و پیغام دینے والوں نے خود جب بارات میں شامل ہونا شروع کر دیا تو آتش بازیوں کو روکنے کی جرأت گنوا بیٹھے،ان کے سامنے جہیز کے سامانوں کی نمائش لگائی جانے لگی وہ دیکھ کر بھی منع کرنے کی طاقت گنوا بیٹھے نتیجہ یہ ہوا کہ نصف ایمان کے درجے والی تقریب پر پلے لفنگوں اور لذت اندوزی ولہو ولعب میں مست رہنے والوں نے

جاوید اختر بھارتی

جبکہ کسی سنگر نے نعت نبی کی دھن پر گانا نہیں گایا ہے لیکن خود کو حضرت حسان کی سنت کی ادائیگی کا دعویٰ کرنے والوں نے ساری حدیں پار کر دیں بلکہ واضح طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ نقلی پیروں اور روٹی توڑ فقیروں نے خانقاہوں کو ہیک کرلیا نقیبوں،پیشے ور مقرروں اور پیشے ور نعت خوانوں نے جلسہ ہیک کرلیا،،پیشے ور نقیبوں نے غزل ہزل کے مزاحیہ مشاعروں کی نظامت کے طرز پر جلسوں کی نظامت شروع کر دی،پیشے ور مقررین نے جلسے میں فرضی کہانیاں اور من گھڑت روایات بیان کر کے اور بزرگان دین کو آلہ کار بنا کر منبر رسول کے تقدس کو پامال کرنا شروع کر دیا اور وعظ ونصیحت کو ایک تجارتی فن سمجھ لیا اور شاعروں کی بڑی تعداد نے جلسہ سیرۃ النبی وجشن عید میلاد النبی کے مبارک اسٹیج کو دنیاوی رنگین محفلوں کی طرح مظاہرہ شروع کر دیا اور ایک ایک رات کی نعت خوانی کا ریٹ مقرر کرنا شروع کر دیا کیا یہی حضرت حسان کی سنت ہے؟ راقم الحروف نے دو سال قبل ایک مضمون لکھا تھا(اب تو جلسوں کی بھی اصلاح ضروری ہے)کے عنوان سے تو کچھ لوگوں نے بڑی تنقیدیں کی تھیں لیکن جن خدشات کا اظہار کیا تھا آج کے جلسوں میں وہ سب کچھ دیکھنے کو مل رہا ہے قابل مبارکباد ہیں علامہ مفتی شہریار صاحب جنہوں نے جرأت کا اظہار کیا اور اسٹیج پر ہی زوردار مخالفت کی یہی کام اگر ابتدائی دور میں کیا گیا ہوتا تو آج جلسہ نمائش ومیلے میں تبدیل نہیں ہوا ہوتا،، اس بابرکت تقریب کو ہیک کرلیا اور شادی بیاہ اور نکاح کا پورا نقشہ ہی بدل کر رکھ دیا،،مشاعروں کی طرز پر جلسوں کی نظامت شروع کر دی گئی چٹکلا سنایا جانے لگا،فبنے ہنسانے کا راستہ اختیار کیا گیا کئی کئی میٹر کے القابات سے علماء ومقررین کی شان میں استقبالیہ نعرہ لگایا جانے لگا تو بہت سے علماء نے اولیاء کرام وبزرگان دین کے نام سے منسوب فرضی کہانیاں سنانا شروع کر دیا کرامتوں کے نام پر فرضی اور من گھڑت روایات بیان کرنا شروع کر دیا اللہ کی مخصوص صفات انبیاء کرام پر اور انبیاء کرام کی مخصوص صفات اولیاء کرام پر فٹ کرنا شروع کر دیا اسٹیج پر بیٹھے علماء کرام کی خاموشی اور عوام کی لطف اندوزی نے منبر رسول کا نقشہ ہی بدل کر رکھ دیا اور جلسے کو نمائش فیشن اور سیر وتفریح کا سامان بنا ڈالا ابتدائی دور میں جلسے کی نظامت کے نئے انداز پر خوشی کا اظہار کیا گیا اور آج حالت یہ ہے کہ ایک ناظم اجلاس ایک مفتی کو بھرے اسٹیج پر کہہ رہا ہے کہ جب فلاں صاحب اس جلسے میں مدعو تھے اور آپ واقف تھے تو آپ کو جلسے میں یا اسٹیج پر آنا ہی نہیں چاہئے تھا یعنی ہٹ دھرمی اور بے حیائی کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے اور جلسے کو،جلسے کے نظام کو اصول وضوابط کو نقیبوں اور گویوں نے ہیک کرلیا اب کچھ علماء کرام کو احساس ہوا کہ ارے پانی تو سر سے اونچا ہوگیا نعت خواں تو نوٹ خواں ہو گئے اور دوران تقریر مجمع منتشر اور دوران نعت خوانی پورا مجمع پنڈال میں،،اچھل اچھل کر داد دی جارہی ہے اسٹیج پر کسی کو حال آرہی ہے اور پیسہ اس انداز سے دیا جاتا ہے کہ جیسے جلسہ نہیں مجرا ہو رہا ہے،،معاف کرنا تلخ ضرور ہے لیکن یہی سچائی ہے کہ جلسے کی شبیہ بگاڑنے کا کام سب سے پہلے نقیبوں نے کیا ہے جلسے کے اناؤنسروں نے کیا ہے کسی خطیب کو مائک پر بلانے سے پہلے کسی شاعر کو یہ کہہ کر مائک پر بلانا کہ ذرا ماحول بنا جائے تو پھر سوال تو پیدا ہوتا ہے کہ کیسا ماحول بنانا چاہتے ہیں اور جب شاعر مائک پر آتا ہے تو کبھی ٹرین کی آواز کی طرح چھک چھک آواز نکالتا ہے،کبھی ہارمونیم وبانسری کی آواز نکالتا ہے اور کہتا ہے کہ کہو سبحان اللہ آگے کہتا ہے کہ اس بزم میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں،،شرم وحیا گھول کر پینے والوں جب یہ مانتے ہو کہ اس محفل میں آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں تو پھر گانے باجے کی دھن پر نعت پاک پڑھنے کی ہمت کیسے ہوئی کیا یہ نبی پاک کی شان میں گستاخی نہیں ہے توہین رسالت نہیں ہے؟؟ بہرحال اب بھی وقت ہے جاگنے کا جلسے کے اصول وضوابط مرتب کرنے کا،،سب سے پہلے تو ریڈیمیڈ نظامت کا سسٹم ختم کیا جائے اسٹیج پر موجود علماء کرام میں سے صدر جلسہ کے ذریعے کسی کو نظامت کے لئے مامور کیا جائے، انتہائی عقیدت واحترام ومحبت اور ادب کے ساتھ نعت خوانی کے لئے پابند کیا جائے اور ایک دو سے زیادہ نعت خواں ہوں تو تلاوت قرآن کے بعد ایک نعت پڑھا کر تقاریر کا سلسلہ شروع کیا جائے اور رات کے 12 بجے تک تقاریر مکمل کیا جائے اور اس کے بعد چلے ہی نعت خوانی کرایا جائے،،آج جلسہ اور شادی بیاہ دونوں بہت مہنگے ہو چکے ہیں اور دونوں کو سستا کرنے کی مہم چلائی جائے ورنہ مدارس اسلامیہ خستہ حالی کا شکار ہو سکتے ہیں،لوگ اپنے بچوں کو عالم دین نہ بنا کر نعت خواں بنانا شروع کر سکتے ہیں اور جاہل مریدوں وجاہل مجاوروں پر بھی شکنجہ کسنا ضروری ہے ورنہ جہالت بڑھتی ہی جائے گی اور اندھی تقلید کا بول بالا ہو جائے گا پھر اصلاح معاشرہ بہت مشکل ہو جائے گا،،جو بھی علماء کرام اسلام کی صحیح تصویر دنیا کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں،غلط کو غلط کہہ رہے ہیں حق بولنے حق سننے اور حق پر عمل کرنے کی دعوت دے رہے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ ان علماء کرام کو اپنے حفظ وامان میں رکھے اور ان کے بازوؤں میں طاقت عطا فرمائے آمین ثم آمین یارب العالمین۔

## چھتیس گڑھ:خطبہ جمعہ کے لیے سرکاری منظوری کیوں؟

چھتیس گڑھ میں وقف بورڈ کی جانب سے خطبہ جمعہ کے لیے حکومت کی پیشگی منظوری کو لازمی قرار دینے کا حالیہ فیصلہ ایک ایسا اقدام ہے جس نے نہ صرف مسلمانوں بلکہ ہر اس فرد کو چونکا دیا ہے جو ہندوستان کے آئینی اصولوں اور سیکولر اقدار پر یقین رکھتا ہے۔یہ فیصلہ نہ صرف ہندوستانی آئین کی روح کے خلاف ہے بلکہ مسلمانوں کی مذہبی آزادی پر بھی براہ راست حملہ ہے۔

قاری اسحاق گورا

خطبہ جمعہ ایک مقدس مذہبی فریضہ ہے جو مسلمانوں کے روحانی اور سماجی نظام کا ایک اہم حصہ ہے۔اس معاملے میں حکومتی مداخلت مسلمانوں کے مذہبی معاملات کو کنٹرول کرنے کی خطرناک کوشش کے طور پر دیکھی جارہی ہے۔ وقف بورڈ کا یہ حکم درحقیقت حکومت کی خوشنودی حاصل کرنے اور مسلمانوں کو دبانے کی ایک منظم حکمت عملی کا حصہ معلوم ہوتا ہے۔یہ فیصلہ ان کوششوں کا حصہ بھی ہوسکتا ہے جن کا مقصد مسلمانوں کو ان کے مذہبی معاملات سے محروم کرنا اور انہیں حکومتی کنٹرول کے تابع کرنا ہے۔ان حالات میں یہ معاملہ مسلمانوں کے لیے ایک لمحہ فکریہ بن چکا ہے۔اس مضمون میں اس مسئلے کا تفصیلی جائزہ لیا جائے گا تاکہ اس کے آئینی، سماجی،اور مذہبی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ اس کے ممکنہ نتائج کو سمجھا جاسکے۔

چھتیس گڑھ میں وقف بورڈ کی طرف سے خطبہ جمعہ کے لیے حکومتی منظوری کی شرط عائد کرنا ہندوستانی آئین کی خلاف ورزی ہے۔ہندوستان کا آئین ہر شہری کو اپنے مذہب پر آزادانہ عمل کرنے، اس کی تبلیغ کرنے اور اس کے معاملات کو خود مختار طور پر منظم کرنے کی آزادی دیتا ہے۔یہ حقوق دفعہ 25 اور 26 کے تحت مسلمانوں سمیت تمام مذاہب کے پیروکاروں کو حاصل ہیں۔ایسے میں خطبہ جمعہ کے لیے حکومتی اجازت کا لازمی ہونا مذہبی آزادی کے ان بنیادی حقوق کی کھلی خلاف ورزی ہے۔یہ قدم صرف آئینی خلاف ورزی تک محدود نہیں بلکہ یہ مسلمانوں کے مذہبی معاملات کو قابو میں لانے کی ایک کوشش بھی ہے۔خطبہ جمعہ محض ایک رسمی عبادت نہیں بلکہ یہ مسلمانوں کے لیے ایک ایسا پلیٹ فارم ہے جہاں وہ نہ صرف مذہبی رہنمائی حاصل کرتے ہیں بلکہ سماجی اور روحانی مسائل پر بھی غور وفکر کرتے ہیں۔ایسے میں اس فریضے کو حکومتی دستخطی مہمات کے ذریعے حکومت کو یہ باور کروانا ضروری ہے کہ ایسے فیصلے ناقابل قبول ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب کے لوگوں سے بھی تعاون حاصل کرنا چاہیے تاکہ یہ مسئلہ محض ایک کمیونٹی تک محدود نہ رہے بلکہ اسے قومی سطح پر اجاگر کیا جاسکے۔ مسلمان رہنماؤں اور تنظیموں کو بھی ایک پلیٹ فارم پر آکر اس مسئلے کے خلاف متحد ہونا ہوگا۔انفرادی طور پر کام کرنے کے بجائے اجتماعی حکمت عملی اپنانے کی ضرورت ہے تاکہ اس معاملے میں مضبوط اور موثر ردعمل دیا جاسکے۔

چھتیس گڑھ میں خطبہ جمعہ کے لیے حکومتی منظوری کی شرط ایک سنگین مسئلہ ہے جو مسلمانوں کی مذہبی آزادی پر براہ راست حملہ ہے۔یہ فیصلہ ہندوستان کے آئینی اصولوں، خاص طور پر دفعہ 25 اور 26 کی خلاف ورزی ہے، جو ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی، تبلیغ اور آزادانہ طور پر مذہبی معاملات منظم کرنے کا حق فراہم کرتے ہیں۔اس حکم سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت مذہبی معاملات میں مداخلت کے ذریعے مسلمانوں کے مذہبی شعائر کو قابو میں لانے کی کوشش کر رہی ہے۔خطبہ جمعہ محض ایک عبادتی عمل نہیں بلکہ مسلمانوں کی سماجی اور روحانی رہنمائی کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ایسے میں اس پر پابندیاں عائد کرنا نہ صرف ائمہ کی آزادی کو محدود کرتا ہے بلکہ خطبے کی اصل روح کو بھی متاثر کرتا ہے۔ یہ اقدام مسلمانوں کے اندرونی معاملات پر حکومتی کنٹرول کی ایک خطرناک مثال ہے، جو ان کے لیے آئندہ مشکلات پیدا کرسکتا ہے۔

یہ فیصلہ بی جے پی حکومت کی مسلمانوں کے مذہبی اور سماجی اداروں پر کنٹرول حاصل کرنے کی وسیع تر پالیسی کا حصہ معلوم ہوتا ہے۔ ایسے اقدامات سے نہ صرف مسلمانوں بلکہ پورے ہندوستان کے سیکولر ڈھانچے کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس فیصلے کے خلاف متحد ہو کر آئینی اور جمہوری طریقے سے آواز بلند کریں۔اس حکم کو عدالت میں چیلنج کیا جانا چاہیے اور دیگر مذاہب کے لوگوں کے ساتھ یکجہتی کے ذریعے اسے قومی سطح پر اجاگر کرنا چاہیے۔اس مسئلے سے نمٹنے کے لیے دانشمندی، اتحاد اور مضبوط حکمت عملی کی ضرورت ہے تاکہ مسلمانوں کے مذہبی حقوق کا تحفظ ممکن ہو اور ہندوستان کے سیکولر اور جمہوری ڈھانچے کو محفوظ رکھا جاسکے۔

9897399207

## تم نہ جانے کس جہاں میں کھو گئے!

28/اکتوبر کی رات اندن وقت کے مطابق 8:40 پر جناب عارف نقوی کا فون آیا۔تاہم عارف نقوی سے ہر روز نہیں تو ہفتے میں کبھی بار گفتگو ہو جاتی تھی۔کبھی ادبی،کبھی ذاتی،کبھی عالمی موضوعات پہ تبادلہ خیال کر لیتے۔گویا نقوی صاحب سے میرا رشتہ ایک ادیب،دوست اور ایک ہمدرد انسان کا تھا۔جب معمول فون پر نقوی صاحب مسلسل بات ہوتی رہتی تھی اور 16 نومبر کو اپنے تصویری البم کی کتاب" یادیں" کے اجراء کے متعلق آگاہ کیا۔ہم نے اس سے قبل معروف ادیب،شاعر محمد حسن جو کہ نیدرلینڈ میں مقیم ہیں،ان کے متعلق بھی دریافت کیا۔کیونکہ محمد حسن بھی میری ایما پر اس پروگرام میں شریک ہونے کے لیے آمادہ ہو گئے تھے۔

سوموار کی رات جب معمول عارف نقوی صاحب کا فون آیا اور لگ بھگ آدھے گھنٹے ان سے گفتگو ہوئی۔میں نے نقوی صاحب سے پوچھا کہ کیا میں برلن کا ٹکٹ بک کرلوں۔نقوی صاحب نے کہا ایک دن رک جائیے۔میں نے نقوی صاحب سے زور دے کر کہا کہ ہم ہتھنا دیر کریں گے ٹکٹ مہنگا ہوتا جائے گا۔نقوی صاحب نے کہا کہ ہم نے ہال بک کر دیا ہے اور میری بیٹی کا آپریشن ہوا ہے جس کی وجہ سے تھوڑی تاخیر ہو رہی ہے۔اس کے علاوہ میری ٹانگ میں پھر پرابلم شروع ہوگیا ہے۔نرس نے کہا ہے کہ ممکن ہے مجھے پھر ہسپتال میں داخل ہونا پڑے۔ نقوی صاحب نے یہ بھی کہا کہ یار میں اب ہسپتال نہیں جانے والا۔

دوسرے دن سوشل میڈیا پر جب عارف نقوی کے انتقال کی خبر پڑھی تو کلیجہ منہ کو آگیا۔پہلے تو یقین ہی نہیں ہوا کہ یہ خبر سچی ہے۔پھر کئی ذرائع سے جب پتہ چلا تو میں صدمے سے نڈھال ہوگیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔2017 میں پہلی بار جرمنی کی راجدھانی برلن جانے کا اتفاق ہوا تھا۔بزم ادب برلن کی دعوت پر ادبی نشست میں بطور افسانہ نگار مجھے ایک کہانی پڑھنی تھی۔اس کے بعد 2018 میں دوبارہ برلن جانے کا اتفاق ہوا جہاں میری ملاقات عارف نقوی صاحب سے ہوئی۔یوں تو عارف نقوی سے میرا غائبانہ تعارف ایک عرصے سے تھا۔ان کی تحریر اور شاعری سے میں اچھی طرح واقف رہا ہوں۔کئی بار ہندوستان کے دورے کے متعلق ان کی رپورٹ کو بھی پڑھتا رہا ہوں جس سے ان کی سرگرمیوں کا علم ہوتا رہا۔

عارف نقوی ہندوستان کے معروف شہر لکھنو میں پیدا ہوئے۔لکھنؤ سے ہی آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم اور اس کے بعد لکھنو یونیورسٹی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔آپ ترقی پسند تحریک سے بھی وابستہ رہے۔یوں تو عارف نقوی کا تعلق ہندوستان سے ہے اور ایک عرصے سے جرمنی میں رہنے کے باوجود ہندوستان کو نہیں بھلا پائے۔اسی لئے اکثر وبیشتر وہ ہندوستان کی سماجی،سیاسی اور ادبی امور پر تبادلہ خیال کرتے رہتے تھے۔عارف نقوی کی شہرت اور مقام اردو ادب کے حوالے سے پوری دنیا میں جانا پہچانا جاتا ہے۔وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں ہے۔

عارف نقوی نے یورپ اور خاص کر جرمنی میں اردو زبان کی بے پناہ خدمت کی۔جس کا اعتراف نئی نسل کے لکھنے پڑھنے والوں نے بھی کیا ہے۔عارف نقوی نے درس وتدریس اور صحافت میں اپنا قیمتی وقت صرف کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جرمنی میں اردو ادب کی کئی نئی بستیاں آباد ہونے لگیں۔اس کی سب سے اہم مثال اردو انجمن برلن ہے جو نہ جرمنی،یورپ بلکہ عالمی سطح پر اردو کے لیے خدمات پیش کرتی رہی ہے۔

عارف نقوی نے برلن کے ہمبولٹ یونیورسٹی میں لگ بھگ ۴۰ سال تک درس وتدریس کے خدمات انجام دیے۔ان کی سبر پرستی میں ہزاروں طلبا وطالبات نے اردو زبان سے فیضیاب ہو کر یورپ اور کئی ممالک میں اردو کے فروغ کے لئے کوشاں ہیں۔میرے خیال میں شاعر وہ ہوتا ہے جس کی شاعری کل در کل پسند کی جائے۔مثلاً مرزا غالب کو آج بھی قبولیت عام حاصل ہے۔اسی طرح میں نے عارف نقوی کی شاعری میں یہ خوبی پائی ہے کہ ان کے کلام کو ہر نسل کے لوگ پسند کرتے ہیں۔ان کا انداز اور خوبصورت لب ولہجہ سامعین کو کافی پسند آتا ہے اور سامعین کے دل میں سما جاتا ہے۔

پروفیسر اسلم جمشید پوری کی لکھی ہوئی کتاب آسمان ادب کا ستارہ عارف نقوی ایک زبردست کاوش ہے۔ اس کتاب کو پروفیسر اسلم جمشید پوری نے خوبصورتی سے ترتیب دیا ہے۔پروفیسر اسلم جمشید پوری نے اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔پہلے حصے میں عارف نقوی کی خود کی تحریر ہے جس میں مضامین،تنقید،خاکے شامل ہیں۔ان مضامین میں سجاد ظہیر،فیض احمد فیض، کیفی اعظمی،کرشن چندر اور خواجہ احمد عباس کے نام قابل ذکر ہیں۔عارف نقوی صاحب نے ان معروف اردو ادیبوں کے ساتھ اپنا قیمتی وقت بھی گزارا ہے۔کتاب کے دوسرے حصے میں عارف نقوی صاحب پر تحریر کردہ مضامین ہیں جن میں انٹرویو،کہانیوں کے تجزیے اور تبصرے شامل ہیں۔پروفیسر اسلم جمشید پوری نے حسن خوبی کتاب کو ترتیب دی ہے،تو کہ عارف نقوی صاحب کی زندگی کی عکاسی کے ساتھ ساتھ معلوماتی بھی ہے۔

تاہم پچھلے چند برسوں سے عارف نقوی برلن کی ادبی فضا، ماحول اور اپنے چند قریبی دوستوں سے کافی مایوس اور فکرمند بھی ہو گئے تھے۔ عارف نقوی صاحب نے کئی بار اس بات کا مجھ سے ذکر کیا اور اردو انجمن برلن کی مایوس کارکردگی پر گہرے رنج وغم کا اظہار بھی کیا۔میں نے بھی اس بات کو محسوس کیا کہ ان کا ہاتھ پکڑ کر جن لوگوں نے اردو سیکھنی،کانفرنس میں شرکت کی،انہی لوگوں نے نقوی صاحب کو نہ صرف نظر انداز کیا بلکہ اپنی ترجیحات اور پروپگنڈے کے ذریعہ اردو دنیا میں غلط فہمیاں پھیلائیں۔جس کا نقوی صاحب کو بے حد دکھ تھا۔

فہیم اختر۔لندن

عارف نقوی کے گزر جانے سے اردو دنیا کو ایک بہت بڑا نقصان ہوا ہے،جس کی تلافی شاید ناممکن ہے۔ان کی اردو زبان کی بے لوث خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے اور انہیں بابائے اردو یورپ کہنا بالکل درست ہے ۔میں مرحوم عارف نقوی کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ انہیں غریق رحمت کرے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔